داستان :-

داستان کی تعریف اور اسکے اجزائے ترکیبی :

داستان اردو نثر کی ایک مشہور و معروف صنف سخن ہے۔ داستان ایسی کہانی کو کہا جاتا ہے جس میں بہت سارے خیالی واقعات ہوتے ہیں۔ داستان میں جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ ان واقعات کا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ داستان میں مافوق الفطرت عناصر پائے جاتے ہیں۔ پرانے دور میں جب لوگوں کے پاس فرصت ہوتی تھی اس دور میں اپنی تفریح کے لیے یا اپنے دل کو بہلانے کے لیے لوگ داستانیں سنتے اور لکھتے تھے۔ بادشاہی نظام میں خصوصی طور پر داستان گو موجود ہوتے تھے۔ جو خالی وقت یا اوقات میں داستانیں سنا کر بادشاہوں کا دل بہلاتے تھے۔ داستان میں قصوں، واقعات اور حادثات کی بہتات ہوتی ہے۔ جو داستان کو بہت طویل اور پیچیدہ بنا دیتی ہے اور داستان کی اہم خصوصیات میں سے ایک خصوصیت طوالت ہے۔ مطلب یہ کہ کہانی کی طویل اور پیچیدہ صنف کو داستان کہا جاتا ہے۔ اور یہ کہانی قصہ در قصہ ہو کر داستان بنتی ہے۔

داستان کے اجزائے ترکیبی :-

① طوالت :- داستان کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اُس میں جو کہانی موجود ہو وہ کہانی طویل اور پیچیدہ ہو۔ اِس لیے طوالت داستان کا ایک اہم جز ہے۔

② پلاٹ :- داستان میں جو کہانی پیش کی جاتی ہے وہ مختلف واقعات اور قصوں پر مبنی ہوتی ہے۔ اِس کو پلاٹ کہتے ہیں۔

③ کردار نگاری :- داستان میں کہانی کو مختلف کرداروں کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ اِسے ہم کردار نگاری کہتے ہیں۔

④ مافوق الفطرت عناصر :- داستان میں جو کہانی بیان کی جاتی ہے۔ وہ پورے طور پر خیالی ہوتی ہے۔ جس کا حقیقت کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اِسے ہم مافوق الفطرت عناصر کہتے ہیں۔ مثلاً جن اور پریوں کی کہانیاں۔

⑤ منظر کشی :- یہ داستان کا ایک اہم جز ہے کیونکہ کسی بھی کہانی کو کامیاب بنانے کے لیے جو منظر پیش کیے جاتے

ہیں۔ ان کا دلکش ہونا بہت ضروری ہوتا ہے

(6) اسلوب :- داستان میں جو زبان اور بیان استعمال ہوتا ہے۔ اسے ہم بیان کا اسلوب کہتے ہیں۔

دوسری اصناف سخن کی طرح داستان کی شروعات بھی دکن سے ہوئی۔ اور اردو کی سب سے پہلی داستان "سب رس" کو ملا وجہی نے 1635ء میں لکھی۔ اور شمالی ہندوستان کی پہلی داستان عیسوی خان کی "قصہ مہر افروز و دلبر ہے" جو 1770ء میں لکھی گئی۔

سوالات :-

(1) داستان کا فن لکھیے

(2) داستان کی تاریخ لکھیے

(3) داستان کی تعریف لکھیے

(4) اردو داستان پر مختصر نوٹ لکھیے

(5) داستان کے اجزائے ترکیبی لکھیے

(6) باغ و بہار کا خلاصہ لکھیے۔

(7) داستان باغ و بہار کے کرداروں کا نام لکھیے۔

(8) آپ کے نصاب میں جو داستان ہے اس کا خلاصہ لکھیے

ناول:

ناول انگریزی زبان کا لفظ ہے جو اطالوی زبان کے لفظ "ناویلا" سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں "نیا"۔ کیونکہ ناول ایک نئی صنف تھی اس لئے اس کو ناول کہا گیا۔ پرانے دور میں جب لوگوں کے پاس وقت تھا تو لوگ فرصت کے ساتھ کہانیاں لکھتے، کہتے اور سنتے تھے۔ اُن کہانیوں میں طوالت لانے کے لئے بہت سی خیالی کہانیوں کا جوڑا جاتا تھا۔ اور اُن کہانیوں کے کردار بھی بالکل خیالی ہوتے تھے۔ جن کا حقیقت کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ مثلاً جن، پریوں کی کہانیاں وغیرہ۔ ایسی کہانیوں کو داستان کہا جاتا تھا۔ اور یہ داستانیں اتنی لمبی اور پیچیدہ ہوتی تھی کہ کئی دن انکو سننے میں گزر جاتے تھے۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا۔ اور انسان کی زندگی میں مصروفیات میں اضافہ ہونے لگا تو لوگوں کا مزاج بھی حقیقت کی طرف موڑنے لگا اور ایسی کہانیاں لکھی جانے لگی جو اصل حقیقت اور سماج میں پائے جانے والی چیزوں پر مبنی ہوں۔ ایسی کہانیوں کو جو میں انسان سے

جوڑی ہوئی حقیقی باتیں پائی جاتی ہوں ناول کہتے ہیں۔ ناول میں شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی کہانی اور ایک ہی پلاٹ ہوتا ہے۔ اور کردار بھی شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی ہوتے ہیں۔

ناول کے اجزائے ترکیبی :-

① قصہ :- ناول کی بنیاد کسی نہ کسی واقعے یا کسی نہ کسی قصے پر ہوتی ہے۔ اور یہی چیز ناول میں دلچسپی پیدا کرتی ہے۔ ناول وجود میں ہی اس طرح آتا ہے کہ کوئی نہ کوئی واقعہ پیش آتا ہے۔ اور اس پر کہانی لکھی جاتی ہے۔

② پلاٹ :- ناول میں ایک کے بعد ایک واقعات پیش آتے رہتے ہیں ان سارے واقعات کو ناول نگار جوڑ کر ایک لڑی میں پرو کر پیش کرتا ہے۔ واقعات کی اس لڑی کو پلاٹ کہتے ہیں۔

③ کردار نگاری :- ناول میں جو بھی واقعات ہوتے ہیں وہ کرداروں کے ذریعے پیش کئے جاتے ہیں۔ کرداروں کو ہم ایسے افراد کہہ سکتے ہیں۔ جن کے ذریعے

کہانی کو مکمل کیا جاتا ہے۔

(4) مکالمہ نگاری :- ناول میں کردار جو بھی بات چیت یا گفتگو کرتے ہیں اسے ہم مکالمہ نگاری کہتے ہیں۔

(5) منظر کشی :- ناول میں کہانی کا ایسا منظر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ پڑھنے والے کو یہ لگے کہ وہ خود وہاں موجود اس واقعے کو دیکھ رہا ہے۔ یہی چیز ناول کو دلکش اور دلچسپ بناتی ہے۔

(6) نقطہ نظر :- ہر کہانی کا ایک نقطہ نظر اور مقصد ہوتا ہے۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کہانی میں کیا ہوا اور اس کا مقصد کیا تھا۔

اردو زبان میں مولوی نذیر احمد کو پہلا ناول نگار کہا جاتا ہے۔ انہوں نے 1869ء میں ناول "مراۃ العروس" لکھا تھا۔ ان کے بعد پنڈت رتن ناتھ سرشار نے "فسانہ آزاد" لکھا تھا۔ پھر مرزا ہادی رسوا نے "امراؤ جان ادا" ناول لکھ کر بہت شہرت حاصل کی۔ ناول نگاری میں پریم چند نے بہت نام کمایا۔ اور ان کا مشہور ناول "گئودان" ہے۔

(باغ و بہار)

داستان باغ و بہار کے پہلے حصّے کا خلاصہ

داستان باغ و بہار کو میر امن نے لکھا تھا۔ میر امن نے فارسی زبان کی داستان "قصہ چہار درویش" کو اردو زبان میں ترجمہ کر کے باغ و بہار کے نام سے لکھا تھا۔ ہمارے نصاب میں باغ و بہار کا پہلا یعنی شروعات قصہ ہے۔ جس کو شروع قصے کا کہا گیا ہے۔ اس میں میر امن لکھتے ہیں کہ روم کے ملک میں ایک بادشاہ تھا۔ جس کا نام آزاد بخت تھا اور اسکے ملک کی کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا۔ وہ بہت ہی عبادت گزار اور نیک دل انسان تھا۔ اسکے ملک میں ہر شخص خوشی سے زندگی گزارتا تھا۔ اس کا ملک اتنا خوشحال تھا کہ عوام کا ہر ایک دن عید اور رات شب برات کی طرح گزرتی تھی۔ اس نے اپنے ملک سے ہر طرح کے چوروں اور مجرموں کو مار مار کر نکال دیا تھا۔ اس کا ملک اتنا قابل اعتبار تھا کہ دن رات گھروں اور دوکانوں کے دروازے کھلے رہتے تھے۔ اس کے پاس دنیا کی ہر نعمت موجود تھی۔ سوائے اس کے کہ اس کے گھر میں کوئی اولاد نہیں تھی۔

ایک (۹) دن اس نے نماز ظہر

ہوئے وظیفے کے دوران شیشے میں دیکھا
کہ اس کی مونچھوں میں ایک سفید بال
ہے۔ اور سفید بال بڑھاپے کی نشانی
ہوتا ہے۔ وہ یہ دیکھ کر بہت دُکھی ہوا کہ
میری عمر چالیس سال تک پہنچ گئی ہے
اور آگے کی زندگی بہت کم بچی ہے
کیونکہ میں نے بڑھاپے میں قدم رکھ
لیا ہے۔ اور اب تک میرے گھر میں
کوئی بیٹا نہیں جو آگے چل کر میری
دولت اور میرے تخت کا وارث بن
سکے۔ میرے جانے کے بعد میری دولت
کون کھائے گا اس کا پتہ نہیں۔ اس سے
بہتر ہے کہ میں سب کچھ چھوڑ کر ایک
کونے میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کروں۔
آزاد بخت تمام درباریوں کو بولا کہ
آج کے بعد مجھے دیوانِ خاص میں کوئی
ملنے نہیں آئے گا۔ آہستہ آہستہ یہ بات
ہر جگہ پھیل گئی کہ بادشاہ نے حکومت چھوڑ دی
ہے۔ پھر چاروں طرف سے دوسرے ملک
آزاد بخت کے ملک پر قبضہ کرنے لگے
اور عوام نے حاکموں کی باتیں سننا چھوڑ دی
یہ سب دیکھ تمام وزیر اور حاکم آپس میں
مشورہ کر کے ایک بہت ہی تجربہ کار اور
عقلمند وزیر کے پاس گئے۔ جس کا نام

خردمند تھا۔ خردمند نے ان سے بات کر کے
یہ فیصلہ کیا کہ ہم سب لوگ بادشاہ سے ملنے
جائیں گے۔ خردمند جب بادشاہ کے پاس
پہونچا تو اس نے دیکھا کہ بادشاہ کی حالت
رو رو کر اور روزے رکھنے سے بہت خراب
ہو چکی ہے۔ خردمند نے بادشاہ کو دیکھا تو رو کر
اس کے قدموں میں گر پڑا۔ اور کہا کہ
بادشاہ سلامت آپ نے یہ اپنی کیا حالت
بنالی ہے۔ خردمند نے بادشاہ کو یہ مشورہ
دیا کہ دن میں آپ حکومت کے کام دیکھیں۔
اور رات میں خدا کی عبادت کریں۔ اس
کام سے عوام آپ کو بہت دعا دے گی۔
ہو سکتا ہے ان کی دعا سے آپ کے گھر
میں اولاد ہو اور ہمارا ملک بھی بچ جائے
بادشاہ نے وزیر کی یہ بات مان لی۔
اور یہ فیصلہ کیا کہ رات کو پھٹے پرانے کپڑے
پہن کر کسی قبرستان میں یا کسی فقیر
کے پاس جا کر خدا کی عبادت کروں گا۔ اور
دن میں حکومت کے کام دیکھوں گا۔
ایک رات کو بادشاہ پرانے
کپڑے پہن کر اکیلا ایک میدان کی طرف
چلا اس وقت تیز ہوا چل رہی تھی تو
اس نے دیکھا کہ اتنی تیز ہوا میں دور
قبرستان میں ایک چراغ جل رہا ہے تو

اس نے سوچا یا تو یہ چراغ کوئی جادو کا ہے
یا پھر کسی فقیر نے اسے جلا رکھا ہے
قریب جا کر اس نے دیکھا کہ چار درویش
سفید کپڑے کفن کی طرح پہنے ہوئے
اپنے سر جھکائے بیٹھے ہیں ۔ اس نے
سوچا کہ شاید یہ کوئی فقیر ہیں ہو سکتا ہے
ان کی دعا سے میرے گھر میں ایک بیٹا
ہو جائے ۔ یہ سوچ کر بادشاہ ان کی طرف
جانے لگا پھر رک گیا ۔ اس نے سوچا
شاید یہ لوگ انسان کی شکل میں کوئی
جن ہوں ۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد ان میں
سے ایک بولا کہ رات بہت لمبی ہے ۔ ہم
باری باری ایک دوسرے کی زندگی کی
کہانیاں سناتے ہیں اس کے بعد سوجائیں
گے ۔

ناول - توبۃ النصوح کا خلاصہ :

ناول توبۃ النصوح کو مولوی نذیر احمد نے لکھا تھا۔ اس ناول میں جو حصہ ہمارے نصاب میں ہے اس کا خلاصہ یوں ہے کہ نصوح کے بچے نعیم، اور کلیم اکثر گھر سے روٹھ کر بھاگ جاتے تھے اس بار بھی کلیم گھر چھوڑ کر بھاگا تو کسی نے بھی اس کو منانے کی یا اس کو روکنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ پہلے وہ جب بھی گھر سے بھاگتا تھا تو وجہ بڑے باپ کا ہوتا تھا اس لئے اس کے ماں باپ بچے کی ضد سمجھ کر اسے واپس لے آتے تھے لیکن اس بار معاملہ معاملہ کچھ اور تھا اس بار کلیم نے دین سے انکار کیا تھا اس لئے کوئی بھی اس کو منانے کے لئے نہیں گیا۔ وہ راستے میں مڑ مڑ کر دیکھتا رہا پھر اس نے سوچا کہ وہ آج اپنے دوست مرزا کے گھر چلا جائے گا۔ اور پھر کوئی نہ کوئی نوکری مل جائے گی کیونکہ وہ بہت پڑھا لکھا اور شاعر آدمی تھا اور اس فخر میں تھا کہ ملک کا حاکم خود بلا کر اس کو نوکری دے گا۔ تب تک وہ مرزا کے پاس ہی رہے گا۔ مرزا اکثر کلیم کے گھر آتا جاتا اور کھاتا پیتا تھا اس لئے کلیم اس کو اپنا اچھا دوست سمجھنے لگا تھا۔ مرزا بھی کلیم کو جھوٹا ان کی دولت کا وارث بتاتا تھا (اپنے بارے میں)

مگر ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ جمعدار مرزا کا دور کا نانا
لگتا تھا اس لیے مرزا کی ماں جو کہ بیوہ تھی
اس کی مدد کیا کرتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد
جمعدار کے بیٹوں نے ایک کچا مکان اور دو کانیں
جن کا صرف سات روپے کرایہ آتا تھا۔ مرزا
کو دی۔ لیکن مرزا لوگوں کو بڑا ایر کی دولت کا
وارث بتاتا تھا۔ اسی لیے کلیم بھی خوش ہو کر
مرزا کے گھر جانے کو تیار ہو اکہ مرزا میری خوب
خدمت کرے گا۔ شام کے وقت جب کلیم
جمعدار کی کوٹھی پہ پہنچا۔ دروازے پہ دستک دی
تو ایک نوکر باہر آئی کلیم نے اسے کہا کہ
میں مرزا کا دوست ہوں اسے بلاؤ۔ نوکرانی
نے جواب دیا یہاں پر کوئی مرزا نہیں رہتا وہ
اسی زمین کے ایک کونے میں کچے مکان
میں رہتا ہے۔ کلیم یہ سن کر حیران ہو گیا۔
اور مرزا کے گھر میں جا کر آواز لگائی تو مرزا باہر
آیا۔ اور کلیم کو لے کر ایک ویران مسجد میں
چلا گیا۔ کلیم کو بہت بھوک لگی تھی اس نے
سوچا کہ مرزا خود ہی مجھے کھانے کی دعوت
دے گا لیکن کافی رات ہو جانے کے باوجود بھی
مرزا نے کلیم کو کھانے کا نہیں پوچھا۔ تو کلیم
نے خود ہی مرزا کو کہا کہ مجھے بہت بھوک
لگی ہے۔ تو مرزا نے کہا کہ میری بیوی بہت بیمار
ہے۔ اس لیے وہ کھانا نہیں بنا سکتی تو میں

سنبھالنے کے لئے باہر سے کچھ کھانا منگواتا ہوں۔ مرزا نے
کلیم کے لئے چپس لائے۔ جو راستے میں خود بھی کھاتا
آیا۔ اور خوب تعریف کرنے کے بعد کلیم کو چپس کھلائے
اور ایک دری اور تکیہ دیکر مسجد میں سلا دیا۔ ویران
مسجد کا یہ حال تھا کہ اس میں بہت زیادہ دھول
مٹی اور چمگادڑ کی بیٹ تھی۔ پہلے تو کلیم کو نیند
ہی نہیں آئی کیونکہ کلیم اچھے بستر پر سونے
کی عادت تھی۔ لیکن صبح کے وقت کے قریب اسے
نیند آگئی اور وہ سو گیا۔ اور صبح جب اٹھا تو کروٹیں
لے لے کر مٹی سے لت پت ہوا تھا۔ اور جوتے، ٹوپی
دری اور تکیہ چور لے گئے تھے۔ کلیم کے پاس صبح کے
وقت اتنا پانی بھی نہیں تھا وہ اپنا مٹی والا
منہ دھو سکے۔ کچھ دیر بعد وہ مرزا کے گھر گیا اور مرزا کو
آواز دی اندر سے جواب آیا کہ مرزا گھر پر نہیں ہے
ہمارا دری اور تکیہ واپس کرو۔ کلیم یہ سن کر گلی میں
بھاگنے لگا تو اس کے پیچھے مرزا کا بیٹا
چور چور کہہ کر دوڑنے لگا۔ اور اس کو پولیس
کے ساتھ تھانے لے گیا۔ پولیس والوں نے
کلیم پر بہت سختی کی اور پوچھا تو کون ہے اور
چوری کیوں کی؟ کلیم نے بتایا کہ وہ ایک شاعر اور
نفوح کا بیٹا ہے۔ پھر پولیس والے اس کو لے کر
باپ کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا یہ آپ کا ہی
بیٹا ہے۔ اس طرح باپ نے بیٹے کو قبول کر کے
سزا سے بچا لیا۔

افسانہ - تعریف

لغوی
لغت

افسانہ کے لغوی معنی چھوٹی بات، قصہ، کہانی وغیرہ کے ہیں۔ داستان، ناول یا پھر افسانہ یہ تمام اصناف نثری ادب میں آتے ہیں کیونکہ ان تمام اصناف میں کسی کہانی کو ہی پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں اگر فرق کی بات کی جائے تو پرانے دور میں جب لوگوں کے پاس بہت فرصت اور وقت تھا تب لوگ لمبی لمبی کہانیاں پڑھنے سننے اور لکھنے کے عادی تھے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ پرانی داستانیں بہت ہی طویل اور خیالی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد جیسے جیسے وقت گزرتا گیا انسان حقیقت کی طرف مڑنے لگا اور وقت میں کمی ہونے لگی تو ناول وجود میں آیا پھر آگے چلتے چلتے انسانی مصروفیات میں اضافہ ہوتا گیا اور فرصت کی کمی ہونے لگی تو افسانے نے جنم لیا۔ افسانہ ایک ایسی کہانی کو کہا جاتا ہے جس میں ناول کی طرح پوری زندگی اور اس سے جڑے واقعات کو بیان نہیں کیا جاتا بلکہ زندگی کے کسی ایک رخ پر نظر ڈالتے ہوئے کہانی لکھی جاتی ہے۔ اس سے کہانی بہت چھوٹی اور افسانے کی شکل اختیار کرتی ہے۔ افسانے کی جھلک ہمیں داستانوں میں نظر آتی ہے کیونکہ داستانوں کے بیچ میں چھوٹے چھوٹے قصے اکثر آتے رہتے ہیں

لیکن افسانے کی باقاعدہ شروعات پریم چند نے کی

افسانہ کے اجزائے ترکیبی :-

(1) پلاٹ :- افسانے میں جو کہانی پیش کی جاتی ہے اسے افسانہ کا پلاٹ کہتے ہیں -

(2) کردار :- افسانوں میں جو لوگ حرکت میں یا بات چیت کرتے میں نظر آتے ہیں انہیں کردار کہا جاتا ہے -

(3) نقطہ نظر :- افسانے میں جو کہانی لکھی جاتی ہے اس کا ایک مقصد ہوتا ہے - اس مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے افسانہ نگار کہانی لکھتا ہے

(4) ماحول اور فضا :- افسانے میں جو منظر اور سماج دیکھا جاتا ہے - اس کا ایک ماحول اور فضا تیار کی جاتی ہے -

(5) اسلوب :- افسانے میں جو زبان اور بیان استعمال کی جاتی ہے اسے اسلوب کہا جاتا ہے -

(6) آغاز و اختتام :- افسانے کی خوبی یہ ہے کہ کہانی پڑھنے والا شروع سے لے کر آخر تک کہانی میں کھو جائے اور آخر تک کہانی سے جڑا رہے اس لئے افسانے کا آغاز اور اختتام دلچسپ ہونا دلکش ہونا لازمی ہے -

(7) وحدت تاثر :- افسانے کا ایک اہم جز ہے اس میں کہانی ایسی ہونی چاہئے جو شروع سے

آخر تک ایک ہی اثر رکھے مثلاً کہانی سے شروع
سے اگر خوشی کی بات کی جا رہی ہے تو آخر تک
خوشی کا ماحول ہی ہونا چاہیے۔ اگر شروع
میں غمگین ماحول آجائے اور آخر تک
ہنستے ہنستے خوشگوار ماحول ہو۔ اس سے
افسانے کا وحدت تاثر بگڑ جاتا ہے۔

افسانہ: (ایک اور دن)

افسانہ ایک اور دن کو عبدالصمد نے لکھا ہے۔ اس افسانے میں وہ ایک ایسی بچّی کے ماں باپ کا حال بیان کر رہے ہیں جو ایک دفتر میں کام کرنے والی لڑکی ہے۔ اس کے گھر آنے کا وقت عموماً شام کے پانچ بجے سے پہلے آنے کا ہوتا ہے لیکن ایک دن وہ گھر پہ وقت پہ نہیں آئی تو اس کے ماں باپ بہت پریشان ہو جاتے ہیں۔ اُن پہ شام کے پانچ بجے سے لے کر سات بجے کا وقت قیامت کی طرح گزرتا ہے۔ لڑکی کی ماں رو رو کر اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ اتنی دیر ہماری بچی نے کبھی نہیں لگائی اس لئے آپ کچھ کیجئے اور میری بچی کو گھر واپس لے آئیے میں آپ سے پہلے ہی کہتی تھی کہ ہمارا گزارا ہو رہا ہے آپ بچی کو کام کرنے کے لئے نہیں بھیجو۔ لیکن اس گھر میں میری سنتا ہی کون ہے۔ خاوند کے ذہن میں رہ رہ کر ایک فلم کی طرح اُلٹے سیدھے خیالات چل رہے ہوتے ہیں جیسے کہ روز کی خبریں سامنے آتی ہیں کہ ایک لڑکی کو کچھ لوگوں نے اغوا کر لیا دوسرے دن اس کی لاش بغیر کپڑوں کے نالے کے کنارے ملی۔ اور کچھ لوگوں نے گھر میں گھس کر سب کو باندھ دیا اور خاوند کے سامنے بیوی کی عصمت دری کی۔ یہ سب سوچتے ہوئے وہ ایک دم سے چلا کر اپنے

کانوں پر ہاتھ رکھ دیتا ہے۔ اور کہتا ہے اللہ نہ کرے
ایسا کچھ میری بچی کے ساتھ ہو۔ پھر وہ گھر سے
باہر جا کر بچی کے دفتر اور پھر بوس کو بھی پھر
فون کرتا ہے لیکن بچی کی کوئی خبر نہیں ملتی
پھر وہ پریشانی کی حالت میں گھر واپس آجاتا ہے
لگ بھگ شام 7.30 بجے کا وقت ہو چکا ہوتا ہے
وسن کی بیوی کہتی ہے کہ ایک بار میری بچی
گھر واپس آجائے پھر کبھی وسن کو باہر نہیں جانے
دوں گی۔ پھر اچانک دھیرے سے گھر کا دروازہ
کھلتا ہے۔ اور بچی دھیرے سے آکر کرسی
پہ تھکی ہوئی بیٹھ جاتی ہے۔ وسن کو کیا پتہ
تھا کہ دیر سے آنے کی وجہ سے وسن کے ماں
باپ پر کیا گزری۔ ماں دوڑ کر بیٹی کو گلے سے
لگا لیتی ہے اور باپ بھی سکون سے کرسی پر
بیٹھ جاتا ہے۔ اور دیر سے آنے کی وجہ پوچھی
جاتی ہے۔ تو بیٹی جواب دیتی ہے کہ آج بس
والوں کی اسٹرائیک تھی اس لئے آٹو بدل بدل کر
گھر پہنچی ہوں۔ یہ کہہ کر بچی آرام کرنے کے لئے
اپنے کمرے میں چلی جاتی ہے۔ دوسرے
دن صبح جلدی سے تیار ہو کر وہ دفتر کے لئے
نکلتی ہے۔ تو وسن کے ماں باپ صرف اس
کو دیکھتے رہتے ہیں نہ کہ وسن کو دفتر جانے سے
روکتے ہیں کیونکہ دل ہی دل میں وہ جانتے ہیں
کہ اگر یہ دفتر نہیں جائے گی تو گھر کا کام نہیں چل پائے گا

اسی طرح ایک اور دن وہ دفتر کے لیے نکل جاتی ہے۔

ڈراما - تعریف

ڈرامے کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ شاید ڈراما ہی ادب کی سب سے پرانی صنف ہو۔ سب سے پہلے ڈرامے کی شروعات ہندوستان اور یونان میں ہوئی۔ اور ان ہی دونوں جگہوں پر ڈرامے کے اُصول بھی تیار کئے گئے۔ ہندوستان میں بھرت منی نے ڈرامے کے اُصول بنائے اور یونان میں ارسطو نے ڈراموں کے اُصول اور مسائل پر غور کیا۔ بھرت منی نے جن جن چیزوں کو ڈرامے کے لئے ضروری قرار دیا وہ ہیں

(1) لباس (2) آواز (3) جسمانی اعضا کی حرکت

(4) رقص (5) موسیقی

اور ڈراما دیکھنے یا سننے والوں کے دل پر جو کیفیت پیدا ہوتی تھی اس کیفیت کو بھرت منی نے رس کا نام دیا۔

ارسطو نے جن جن چیزوں کو ڈرامے کے لئے ضروری قرار دیا وہ ہیں۔

(1) قصہ (2) کردار (3) مرکزی خیال (4) مکالمہ

(5) موسیقی (6) اسٹیج کی آرائش یا سیٹ وغیرہ۔

ڈرامے میں یہ ضروری نہیں کہ اُس کے لئے کوئی زبان یا ادب لکھا جائے صرف اشاروں سے بھی ڈراما کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ارسطو نے ڈرامے کو عقل کی نقل کہا ہے۔ ہندوستان میں ڈرامے کی شروعات نواب واجد علی شاہ

بنے کی تھی اور اُن کا پہلا ڈراما "اندر سبھا" تھا۔ اسی
طرح امانت علی اور آغا حشر کاشمیری وغیرہ نے
ڈرامے لکھ کر اس صنف کو چار چاند لگا دیے۔
اور سب سے زیادہ ڈرامے بمبئی میں کھیلے گئے

ڈرامہ: گوڑ کی مٹھیاں

ڈرامہ گوڑ کی مٹھیاں اوکر یم رومانی نے لکھا ہے
اس ڈرامے کا مرکزی کردار نواب صاحب ہیں
اس کے علاوہ دوسرے کردار رشید، رحمت اللہ
سالا، رحیم بھائی، مرزا، بیگم وغیرہ ہیں۔ اس ڈرامے
میں نواب صاحب کو ایک امیر اور عیش پرست
انسان دکھایا گیا ہے۔ جو اکثر اپنے گھر میں
قوالی اور گانے بجانے کی اور کھانے پینے کی
محفلیں کرتا رہتا ہے۔ اس ڈرامے میں رشید
نواب صاحب کو اپنا ماما بتاتا ہے اور رحمت
نواب صاحب کو چچا کہتا ہے۔ اصل میں نواب
صاحب کی نہ کوئی بہن ہوتی ہے اور نہ ہی
بھائی بس کھانے پینے اور عیش کرنے کے
لئے یہ لوگ نواب صاحب سے جڑے ہوتے ہیں
ایک دن رحیم مرزا کو بولتا ہے کہ نواب صاحب کی
کوئی اولاد بھی نہیں ہے تو پھر نواب صاحب اتنی
دولت کو کیا کریں گے۔ میں نے کئی بار نواب
صاحب کو بولا بھی ہے کہ مجھے گود لے لو ان کے
رشتے دار جو بنے بیٹھے ہیں وہ نواب صاحب کے
مرنے کے بعد ان کی دولت پرندوں کی طرح
لوٹ پڑیں گے۔ ایک دن رحیم نواب صاحب کو
بتاتا بھی ہے کہ یہ سب لوگ جو آپ سے
جڑے ہوتے ہیں یہ آپ سے محبت نہیں کرتے
بلکہ آپ کی دولت کے پیچھے ہیں۔ اور چاہتے

ہیں کہ آپ جلدی مر جائیں اور یہ لوگ کتّوں
کی طرح آپ کی دولت پر ٹوٹ پڑیں۔ نواب صاحب
کہتے ہیں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے سب لوگ
مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ پھر رحیم کہتا ہے کہ
ایک بار آپ مرنے کی ایکٹنگ کرو سب کی اوقات
پتہ چل جائے گی۔ پھر نواب صاحب دل کا دورہ پڑنے
کی ایکٹنگ کرتے ہیں۔ سب لوگ دوڑ کر آتے ہیں
اور ایک دوسرے کو ڈاکٹر کو بلا لانے کا کہتے ہیں
لیکن کوئی بھی نہیں جاتا رشید اور رحمت تجوری کی
چابیاں نکال لیتے ہیں نقل لیتے ہیں۔ اور
بیویوں پہ لڑنے لگتے ہیں تب تک نواب صاحب
کا سالا بھی آجاتا ہے۔ اور اپنی بہن یعنی چھوٹی بیگم
کو بولتا ہے کہ جلدی سے سارے زیور پہن لو
بعد میں کچھ ہاتھ نہیں آنے والا۔ سب لوگ نواب
صاحب کی دولت پر لڑ رہے ہوتے ہیں۔ جیسے
گوڑ پہ مکھیاں کوئی یہ نہیں سوچتا کہ نواب صاحب
کو نقصان سے کیا دقت آجائے۔ اس طرح رحیم کی
کہی ہوئی بات کھل کر نواب صاحب کے سامنے
آجاتی ہے۔ پھر نواب صاحب اٹھ کر کہتے ہیں کہ تم
سب لوگ نمک حرام ہو اس لئے میں اپنی ساری
دولت یتیموں کے نام کر رہا ہوں اور بڑی بیگم اور
چھوٹی بیگم کو ایک گھر دے رہا ہوں باقی سب
لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔

افسانوی ادب

کسی بھی ادب کے دو حصے ہوتے ہیں (۱) حصہ نظم (۲) حصہ نثر ایسے ہی اردو ادب میں بھی یہ دونوں حصے پائے جاتے ہیں۔ مزید حصہ حصہ نثر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) افسانوی ادب (۲) غیر افسانوی ادب۔ افسانوی ادب اس ادب کو کہتے ہیں جس میں قصے یا کہانیاں لکھی جاتی ہیں۔ اردو ادب میں افسانوی ادب کی چند اصناف یوں ہیں کہ (۱) داستان (۲) ناول (۳) افسانہ (۴) ڈراما (۵) انشائیہ وغیرہ۔ داستان ایسی کہانی کو کہا جاتا ہے جو بہت طویل اور پیچیدہ ہوتی ہے سب سے اہم بات جو داستان میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں جو بھی کہانی پیش کی جاتی ہے وہ ساری کی ساری خیالی ہوتی ہے اور اس میں مافوق الفطرت عناصر پائے جاتے ہیں جن کا حقیقت کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ناول ایک ایسی کہانی ہوتی ہے جو طویل ضرور ہوتی ہے لیکن اس میں جتنے بھی واقعات پیش کیے جاتے ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور افسانہ ایسی کہانی کو کہا جاتا ہے جو ناول کے مقابلے میں بہت چھوٹی ہوتی ہے اور بہت کم واقعات پر مبنی ہوتی ہے

لیکن اس میں بھی ناول کی طرح سماجی حقیقت پائی جاتی ہے۔ افسانے سے بھی چھوٹی کہانی کو افسانچہ یا مختصر افسانہ کہا جاتا ہے۔ اور ڈراما ان سب سے الگ ایسی کہانی ہوتی ہے جس کو کرداروں کے ذریعے حرکت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

میر امن کے حالاتِ زندگی

میر امن اردو ادب کے بہت مشہور و معروف مصنف ہیں۔ ان کا پورا نام میر امان تھا اور امن تخلص لکھتے تھے۔ میر امن دہلی کے رہنے والے تھے اور وہاں انکے باپ دادا کی جاگیر تھی لیکن جب دہلی میں احمد شاہ نے حملہ کیا تو میر امن بہار میں پٹنہ چلے آئے۔ کچھ وقت وہاں گزارنے کے بعد میر امن نے کلکتہ کی طرف اپنا سفر جاری کیا کچھ عرصہ کلکتہ میں بے روزگار رہے اور روزگار کی تلاش جاری رکھی۔ اس دوران 1800ء میں کلکتہ میں انگریزوں نے ایک کالج فورٹ ولیم کالج کے نام سے قائم کیا اس کالج کو قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جو انگریز ہندوستان میں کام کے لئے آتے تھے ان انگریزوں کو ہندوستان کی زبانیں سکھائی جائیں۔ اس لئے انگریزوں نے بہت سارے ہندی زبان اور اردو زبان کے ادیبوں کو کام کرنے کے لئے کالج میں بلایا۔ تاکہ وہ انگریزی اور دوسری زبانوں کی کتابوں کا ترجمہ آسان اردو اور ہندی میں کریں۔ اسی دوران میر بہادر نے میر امن کو بھی کالج میں منشی کی حیثیت سے لکھوایا۔ اور جان گلکرسٹ جو کہ کالج میں زبان کے شعبے کا ہیڈ تھا۔ اس کو ایک داستان جس کا نام قصہ چہار درویش

تھا بہت پسند تھا۔ اس نے میر امن کو
اس داستان کا ترجمہ فارسی سے اردو زبان
میں کرنے کو کہا میر امن نے اس داستان
کو "باغ و بہار" کا نام دے کر اردو میں
ترجمہ کیا اور یہ داستان اتنی مشہور ہوئی کہ آج
تک اردو ادب میں اس کا نام روشن ہے
کیونکہ یہ داستان بہت ہی آسان زبان
میں لکھی گئی تھی۔ اور اس میں میر امن
نے کم از کم عربی اور فارسی کے الفاظ کا
استعمال کیا ہے۔ اس کے علاوہ میر امن نے
ایک اور کتاب "گنج خوبی" بھی لکھ کر شہرت
حاصل کی۔

27

ڈپٹی نذیر احمد کے حالاتِ زندگی

ڈپٹی نذیر احمد 1836ء میں بجنور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے دلّی کالج سے تعلیم حاصل کی اور پنجاب میں مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر کے عہدے پر نوکری حاصل کی اس کے بعد تحصیلدار وغیرہ جیسی نوکریوں پر بھی کام کرتے رہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کو اردو کے پہلے ناول نگار ہونے کا رتبہ حاصل ہے کیونکہ اُن سے پہلے داستان کا رواج عام تھا۔ اور لوگ خیالی کہانیاں لکھتے اور سنتے تھے ڈپٹی نذیر احمد نے دنیا کو خیالی کہانیوں سے نکال کر حقیقت کی طرف موڑا۔ شروع شروع میں انہوں نے اپنے بچوں کے لئے کہانیاں لکھنی شروع کی۔ اور بچے اُن کہانیوں کو اتنی دلچسپی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ ڈپٹی نذیر احمد لکھتے ہیں کہ جو صفحہ پڑھنے کا عادی تھا وہ ڈیڑھ دیتا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے "اکبری اور اصغری" پر ایک کہانی لکھی جس میں انہوں نے لڑکیوں کی تعلیم پر زور دیا۔ ڈپٹی نذیر احمد نے ایک کہانی لکھی جسے "مرأۃ العروس" کا نام دیا گیا۔ اسی کہانی کو اردو کا پہلا ناول کہا جاتا ہے۔ یہ ناول 1869ء میں لکھا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے "بنات النعش" ناول 1873ء میں لکھا۔ اور اُن کا سب

سے مشہور ناول "توبۃ النصوح" ہے۔ جو اُن کا تیسرا ناول ہے اور اس ناول کو انہوں نے 1877ء میں لکھا تھا۔ اس ناول میں انہوں نے ضدی بچوں کی کہانی پیش کی ہے اور کرداروں میں کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ کے بارے میں لکھا ہے۔ ان سب محنتوں کی وجہ سے ہی ڈپٹی نذیر احمد کو اردو کا پہلا ناول نگار ہونے کا مقام حاصل ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کا انتقال 1912ء میں ہوا تھا۔